مجالس الشیخین رح

یعنے

دِل کا چین

از فیوضاتِ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

نوٹ: مقالات احسانی پر تبصرہ کرتے وقت میں نے لکھا تھا کہ اس کتاب کے آخری حصّہ کو (جس کا نام مجالس الشیخین ہے) بالاقساط ہدیۂ ناظرین کروں گا۔ الحمدللہ اسکی پہلی قسط ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ اور انشاءاللہ یہ سلسلہ پابندی سے جاری رہے گا۔ مقصد یہ ہے کہ میری طرح اس رسالہ کے ناظرین بھی اِن حقائق سے مستفید ہوسکیں جو فاضل گیلانی مرحوم نے فتوحات اور مثنوی سے اخذ کئے تھے اللہ مرحوم کو خُلدبریں میں بھی ان بزرگوں کی صحبت سے شاد کام فرمائے، آمین۔ شین سے مجلسِ شیخ اکبرؒ اور میم سے مجلس مولانا روم مراد ہے　　(مدیر)

مجلس (۱) ش۔ فلسفہ مصیبت

(فتوحات ۴۶۵ ج ۲) بعد نماز جمعہ تاریخ ۱۷ مارچ ۵۰ء فتوحات کی مجلس میں حاضری میسر آئی۔ ارشاد ہوا۔ جنت کی زندگی میں ہر لمحہ ہمارے حواس کے آگے ان کی لذتیں نت نئی شکل میں پیش ہوتی رہیں گی۔ مگر دُنیا میں بھی یہی حال ہے لوگ چاہتے ہیں کہ اس کی حالت مُسلسل باقی رہے درمیاں میں خوف نہ پیدا ہو۔ حالانکہ لذّت تو آتی ہے۔ جو خوف کے بعد ہو۔ بلکہ زندگی کے اس راز سے اگر لوگ واقف ہوجائیں کہ ہمارے سامنے ہر لمحہ نئی کیفیتیں پیش ہورہی ہیں۔ تو دُنیا کی چیزوں سے اکتاہٹ کی کیفیت قلوب میں پیدا نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ

اس میں بھی دُکھ والوں کے لئے رحمت ہے۔ اُن کو اگر محسوس کرادیا جائے کہ جس دُکھ میں وہ مُبتلا ہیں، ہر لمحہ اس میں تجدید ہوتی رہتی ہے۔ تو مصیبت کا احساس ان میں زیادہ شدت پذیر ہوجائے گا۔

شیخ نے پھر فرمایا:۔

جہنم میں مگر دُکھ سہنے والوں پر یہ راز کھول دیا جائے گا۔ ہر آن اُن کو محسوس ہوگا کہ نئے عذاب اور نئے دُکھ میں مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں،

یہ بھی ارشاد ہوا۔

یقین کی آنکھ جن کی کھل گئی ہے۔ اور اپنی اُس آنکھ سے وہ چیزوں کو دیکھ رہے ہیں یہی عارفین کا طبقہ ہے۔ ان پر زندگی کا یہی دنیاوی دور آخرت والے دور کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پس بظاہر گو وہ دنیا میں ہوتے ہیں۔ لیکن حکماً آخرت میں ہیں۔ اور گو مکان کے لحاظ سے دنیا میں ہیں۔ مگر مکانت اور درجہ کے لحاظ سے آخرت میں ہیں۔

اسی مجلس میں یہ بھی ارشاد ہوا۔

فقر و غنا فقر افضل ہے۔ یا غنی، مہمل سوال ہے کیونکہ دونوں میں کوئی جامع ہی نہیں ہے۔ غنا صرف رب العلمین کے لئے ہے، اور فقر بندے کے لئے ہے پس یہ سوال ایسا ہی ہے کہ کوئی پوچھے خدا افضل ہے یا بندہ —— اور فرمایا۔

سوال ہی استعداد فہم جواب کی دلیل ہے علم کے متعلق سوال کرنے والوں سے کہنا کہ تمہاری سمجھ سے بات اونچی ہے صحیح نہیں ہے سائل سوال کر ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ اس سوال کے جواب کے قبول کرنے کی صلاحیت اس میں نہ ہو، البتہ جواب مختلف سطح سے تعلق رکھتا ہے۔ اب یہ جواب دینے والے کی قابلیت پر موقوف ہے کہ سائل کی رسائی جواب کی کس سطح تک ممکن ہے، شیخ نے اس سلسلہ میں اس حدیث کو پیش کیا ہے کہ جب اعرابی نے پوچھا کہ جنت میں کپڑے بنے جائیں گے یا کیسے پیدا ہوں گے؟ صحابہ ہنس پڑے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی اور اعرابی کو خبر دی کہ جنت کے درختوں میں ایسے پھل ہوں گے۔ جن سے بنے بنائے کپڑے نکل آئیں گے،

اسی سلسلہ میں شیخ نے فرمایا۔

سورۂ والضحیٰ کی ان آیتوں کی طرف توجہ دلائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو منع کیا گیا کہ سائل کو نہ جھڑکیے اس کا تعلق وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ سے ہے شیخ نے ضالا کا ترجمہ متحیر کیا ہے۔ اور فاما الیتیم فلا تقھر کا تعلق الم یجدک یتیما سے بتایا ہے۔

مجلس (۱) ۱۹ مارچ ۱۹۵۰ء گیلانی (بہار) عارف معنوی کے دربار میں حاضری کی سعادت میسر آئی۔ ارشاد ہوا قصہ

(م ۱) ۔ اسرار توبہ بیان فرمانے لگے مکتب خانہ میں بچہ پڑھ رہا تھا قل ارأیتم ان اصبح ماءکم غورا فمن یاتیکم بماء معین۔ (دیکھو! اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو تمہارے لئے بہتے پانی کو کون لائے) راستہ سے ایک فلسفی منطق باز ذلیل و خوار گذر رہا تھا قرآنی سوال کے جواب میں بولا، کدال اور بیل سے کھود کر پانی کو نکال لوں گا (یعنی سائنس کے زور سے اس مشکل کو حل کروں گا) رات ہوئی۔ خواب میں فلسفی نے دیکھا کہ ایک شیر مرد سامنے کھڑا ہے۔ اور کھینچ کر اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔ ایسا طمانچہ کہ دونوں آنکھیں فلسفی کی بہہ گئیں اور شیر مرد پوچھ رہا ہے یعنی

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی　　با تبر نورے بیار از صادقی۔

صبح بیدار ہونے کے بعد فلسفی کو محسوس ہوا کہ واقعی اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں قصہ ختم ہو گیا۔ آگے مولانا نے فرمایا چاہتا تو اس پانی کو بھی وہ واپس لا سکتا تھا۔ لیکن اس چشمہ کا پانی کدال اور پھاوڑے سے نہیں بلکہ استغفار اور توبہ کی راہ سے واپس ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ فلسفی استغفار اور توبہ کی سائنس سے جاہل تھا۔ یا جاہل کر دیا گیا تھا۔

ارشاد ہوا، کہ توبہ و استغفار کا ذوق بھی ہر شخص کو میسر نہیں آتا۔ فرمایا کہ بدکرداری اور سرکشی و انکار کی سزا آدمی کو یہ ملتی ہے

کہ توبہ کی راہ اس کے دل پر بند کر دی جاتی ہے۔

زشتیٔ اعمال و شومیٔ جحود — راہ توبہ بر دلِ او بستہ بود

فرمایا

نیاز و اعتقاد کی قوت میں جیسے یہ اثر ہے کہ محالات کو ممکن بنا دیتی ہے آگ باغ بن جاتی ہے۔ بجنسہ بداعتقادی و بدکرداری کا اُلٹا اثر یہ ہوتا ہے کہ سونا چھوئے تو مٹی ہو جائے اور صلح کا ارادہ کرے تو جنگ پیدا ہو۔

ہم چنیں بر عکس آں انکار مرد — مس کند زر را و صلحی را نبرد

فرمایا کہ

زشتی اعمال و اعتقاد سے دل پتھر بن جاتا ہے۔ پتھر کو جوت کر غلہ نہیں اگایا جا سکتا۔ ہاں! شعیبؑ جیسے پیغمبروں میں یہ اتنا زور ہوتا ہے کہ پہاڑ کو خاک بنا دیتے ہیں۔ ایسی خاک جس میں کھیتی اُگا ئیں۔ سنگین دلوں کو چاہئے کہ شعیبی رنگ کا آدمی ملے تو اپنا دل اس کے سپرد کر دیں۔ فلسفی نے بھی سجود دعا کی تھی۔ مگر اس کی دعا "مسخ" کر کھینچ کر لائی، اچھی قابل کشت مٹی کو بھی اس نے سنگ ریزہ کا میدان بنا دیا۔ بہر حال ہر دل میں ذوق سجدہ پیدا ہو۔ ہر کام کی مزدوری رحمت میں ملے یہ قدرت کا دستور نہیں۔ فلسفی نے جو محنت کی تھی۔ اس محنت کا صلہ یہ ملا کہ غریب سجدے کی توفیق سے محروم ہو گیا۔

مولٰنا نے پھر" توبہ کے متعلق تنبیہہ فرمائی کہ" توبہ کر لوں گا " اس بھروسہ پر گناہ کا ارتکاب جو کرے گا۔ وہ توبہ سے محروم کر دیا جائے گا۔ فرمایا اس قسم کا گستاخ آدمی گناہ کے بعد توبہ و استغفار کے الفاظ منہ سے نکالے۔ لیکن نہ اس کی توبہ توبہ ہے اور نہ اس کا استغفار، استغفار،

فرمایا

توبہ کی حقیقت اپنے ساتھ کچھ علامتوں کو رکھتی ہے، جیسے بارش سے پہلے بجلی کڑکتی ہے، بادل گرجتے ہیں، اسی طرح حقیقی توبہ سے پہلے توبہ کرنے والے پر گریہ طاری ہوتا ہے، جلاتا ہے شور کرتا ہے تو غضب الٰہی کی آگ اسی توبہ کی بارش سے بجھ سکتی ہے

تا نا شد برق دل و اٰبِ دو چشم — کے نشیند آتش تہدید و خشم

بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج میں جو بارش ہوتی ہے۔ اسی بارش سے کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں، باغ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں، پھر مولٰنا کی توجہ دوسرے مسئلہ کی طرف ہو گئی فرمانے لگے،

توحید افعالی

ان ہرے بھرے کھیتوں باغوں کو دیکھتے ہو، فاختہ کو کو کر رہی ہے، بلبل چہچہا رہی ہے، لالہ دمک رہا ہے، پھول مہک رہے ہیں،

از کجا آوردہ اند ایں ملہا — من کریم و من رحیم کلہا

فرمایا

یہ ساری لطافتیں جن کا نظارہ کر رہے ہو کیا ہے کسی کا پتہ دے رہی ہیں، "ایں لطافتہا نشان شاہدیست"

گمان چیزوں پر اس نقطہ نظر سے ہر شخص کی نگاہ نہیں پڑتی۔ بادشاہ کو جس نے دیکھا۔ وہی اس کی نشانیوں کو پہچانتا ہے۔ بادشاہ دکھایا گیا تھا۔ جس کے اندر اس کی یاد رہ گئی ہے، وہی مست الست بنا ہوا ہے

فرمایا۔

خواب میں کسی کے ایک صاحب آئے اور بتایا کہ کل تم سے ملوں گا۔ فلاں فلاں نشانیوں سے تم مجھے پہچان لوگے، مگر اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ صبح ہوئی، خواب دیکھنے والا گلی گلی کوچہ کوچہ میں ڈھونڈنے لگا۔ اس کی حرکتوں پر بعضوں کو تعجب بھی ہوتا۔ بتائی ہوئی نشانیوں کے ساتھ جسے ڈھونڈھ رہا تھا اچانک سامنے آگیا، سامنے آنا تھا کہ لیٹ پڑا، یہ چیخ مار کر بیہوش ہوگیا۔ دیکھنے والے متحیر تھے۔ کہ اس غریب کو کیا ہوگیا۔ مگر ؎

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید ۔۔۔ آں دگر را کے نشاں آید پدید

الحاصل کائنات کا ذرہ ذرہ "مست روز الست" کے لئے ایسا ہی ہے۔ جیسا مچھلی کے لئے پانی ہے،

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب ۔۔۔ ایں نشانہا "تلک آیات الکتاب"

مچھلی پانی میں پہنچ گئی۔ قرآن میں بتانے والے نے اپنی نشانیاں بتائی ہیں، ان نشانیوں سے جو اس کو ڈھونڈے گا پائیگا (دفتر دوم)

مجلس (۲)
(۳) ۵ اپریل ۱۹۵۵ء مشاہدہ اور مکاشفہ کا فرق

شیخ اکبر کی مجلس میں حاضری کی سعادت میسر آئی۔ مگر آج ان کی باتیں بہت بلند تھیں مشاہدہ اور مکاشفہ کے فرق کو بیان کر رہے تھے میری سمجھ میں یہی آیا کہ حسی معلومات کے علمی تعلق کو وہ مشاہدہ کہتے ہیں، اور محسوسات سے جو بات سمجھ میں آئی ہے۔ اُسی کا نام انہوں نے مکاشفہ رکھا ہے۔ مثال بھی وہی ہے کہ بات سنتے ہو۔ بات سمعی مشاہدہ کی چیز ہے۔ لیکن بات سے جو چیز سمجھ میں آئی ہے وہ مکاشفہ ہے،

شیخ نے فرمایا کہ

مشاہدہ کا تعلق ہمیشہ محسوسات سے ہوتا ہے، خواہ کسی حس سے ہو، لمسی، سمعی، بصری، شمی، ذوقی (یعنی ذائقہ) سے تعلق رکھنے والے مشاہدات رہے اور مکاشفہ کا تعلق ہمیشہ معانی سے ہوتا ہے،

مکاشفہ والی چیز مشہودات کی امانت ہوتی ہے پھر ان تؤدوا الامانات الی اھلہا وغیرہ کی شرح فرمائی۔ کوئی خاص چیز جس کا تعلق دل سے ہو۔ اس مجلس میں اپنی نارسائی کی وجہ سے میسر نہ آئی۔ ہاں دماغی فوائد حاصل ہوئے،

مجلس (۲)

بعد مغرب حضرت مولینا کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہو رہا تھا۔

(۴) خدائی امتحان کیوں ہے

ایک دن مرتضیٰ علیہ السلام سے ایک پاجی نے پوچھا۔ اس وقت حضرت ایک کوٹھے پر تھے جو کافی بلند تھا۔ پاجی نے کہا اللہ تعالےٰ تو اپنے بندوں کے محافظ ونگراں ہیں، حضرت نے فرمایا کیوں نہیں؟ بچپن بلکہ آدمی جب نطفہ کی شکل میں رہتا ہے، اسی وقت سے وہ بندوں کی حفاظت ونگرانی کرتا چلا آرہا ہے، ورنہ ان نازک منزلوں سے گزر کر آدمی کیا آدمی بن سکتا ہے، (مناظر احسن گیلانی) تب پاجی نے کہا تو پھر براہ مہربانی اس کوٹھے سے اپنے آپ کو نیچے گرائیے۔ دیکھیں آپ کی حفاظت آپ کا خدا فرماتا ہے، دعویٰ آپ کا مدلل ہو جائے گا۔ جواب میں حضرت مرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بے وقوف چپ رہ تو نے بڑی جرأت سے

کام لیا۔ کہیں اسی جرأت کے تم شکار نہ ہوجاؤ۔ اور اس کو سمجھانے لگے کہ

بھائی! اپنے مالک کا امتحان بندہ لے بندہ کو اس کا حق کس بنیاد پر حاصل ہے، ارے احمق (کج وکول) کس کا پتہ ہے۔ کہ اپنے مالک کا امتحان لے، ہاں! خدا اپنے بندے کا امتحان لے تو وہ اس کا جائز حق رکھتا ہے،

یہ مطلب خدا کا امتحان سے نہیں ہوتا کہ جس چیز کو وہ نہیں جانتا امتحان کر کے اس کو معلوم کرے بلکہ ؎

تا بما، ما را نماید آشکار　　کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار

یعنی آدمی خود اپنے باطنی حال سے واقف نہیں ہوتا۔ بہت سی غلط فہمیوں میں اپنے متعلق خود مبتلا رہتا ہے، امتحان کا مقصد یہ ہوتا ہے، کہ اپنے باطنی حال سے وہ خود آگاہ ہوجائے۔ تا بما مارا نماید آشکار چاہتا ہے۔ کہ خود اپنے آپ پر ہم جو کچھ ہیں ظاہر ہوجائیں،

بہرحال حق تعالیٰ کے متعلق یہ کتنی بڑی گستاخی ہوگی کہ کوئی خدا کے سامنے کھڑا ہو کر کہے لیجیئے میں آپ کے فلاں حکم کو توڑتا ہوں۔ اور امتحان لیتا ہوں۔ کہ آپ میں حلم کا کمال کتنا ہے! یہ خیال کرے جو گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، یعنی خدا کے حلم کو جانچنا چاہتا ہے۔ اس کی یہ توجیہہ یا گناہ کا عذر اس گناہ سے بھی بڑھا ہوا پاپ ہے،

پھر مولینا حسب عادت دوسری طرف متوجہ ہوگئے کہ لوگ دوسروں کو جانچتے پھرتے ہیں، حالانکہ سب سے پہلے جانچنے کی چیز اپنے لئے ہم خود ہیں،

امتحان خود چہ کردی اے فلاں　　فارغ آئی ز امتحان دیگراں

اپنے امتحان سے تم پر اگر ثابت ہو کہ تم مردود نہیں بلکہ شکر گزار ہو، تو اسی سے تم حق تعالےٰ کے علم کا سُراغ لگا سکتے ہو یعنی اگر تم مستحق نہ ہوتے تو "شکر" تم میں پیدا نہ کرتا۔ دانشمند آدمی کبھی موتی کو سنڈاس میں نہیں ڈالتا۔ اور جو عقل رکھتے ہیں، وہ بھوسہ خانہ میں گیہوں کو نہیں سڑاتے۔ حق تعالےٰ جو حکیم و علیم ہیں تجھ میں شکر پیدا نہ کرتے،

پھر ارشاد ہوا کہ

اسی طرح مرید ہو جانے کے بعد پیر کا امتحان بھی بدبختی ہے۔ بلکہ امتحان لینے والے کا امتحان ہوجاتا ہے کہ یقین کی دولت سے مرید خالی ہے بلکہ تمہارے اندر گستاخی جہالت وغیرہ کے جو جراثیم ہیں وہ پیر کے امتحان سے باہر نکل آتے ہیں،

ارشاد ہوا کہ، ذرہ پہاڑ تولنے چلا ترازو اُسے کہاں سے ملے گی۔ خود اپنے آپ کو ایک پلڑے میں رکھ کر تولے گا۔

چوں نہ گنجد او بمیزان خرد　　پس ترازوئے خرد را بر درد

بہرحال حق تعالےٰ کے امتحان کا وسوسہ بھی دل میں کسی کے آئے تو چاہئے کہ فوراً سربسجود ہو کر گڑگڑائے روئے کہ اے پروردگار اس گمان اور شک کی بیماری سے مجھے نجات عطا فرمایئے۔

پھر مولینا نے ایک مثال بیان کی کہ حق تعالیٰ کے امتحان کا وسوسہ جس کے دل میں ہو، وہ سمجھ لے کہ اس کے دین کے صحن میں عن خروب پیدا ہوگیا ہے۔ خروب کیا ہے؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام نے جب مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو حق تعالےٰ کی طرف سے ان کو مطلع کیا گیا کہ مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا کام تم سے نہیں لیا جائیگا۔ کیونکہ پروردگار! داؤدؑ نے فرمایا تمہارے نغمے پر جانیں گئی ہیں، جواب ملا، مگر میں تو مغلوب تھا۔ اس کی شرح ہونے لگی فرمایا کہ مغلوب تھا "معدوم تو نہیں ہوتا، بلکہ نسبتاً اُسے معدوم کہتے ہیں کہ اپنی تو دی سے غائب ہو کر سب سے بڑی ہستی کے ساتھ وابستہ ہوگیا مسلوب الاختیار نہیں ہوا بلکہ اختیار کا جو آخری سرچشمہ ہے اُس کے ساتھ وابستہ ہوگیا ؎

منتہائے اختیار آنست خود　　کا ختیارش گشت ایں جا مفتقد

(باقی دیکھئے برصفحہ ۲۷)